www.KitaboSunnat.com

اُمِّ عبد الربّ[1]

آہ! اُستاذی... مولانا عبد الرشید اظہر رحمۃ اللہ علیہ

ڈاکٹر مولانا عبد الرشید اظہر رحمہ اللہ سے طویل عرصہ علم وتربیت کا فیض پانے والی محترمہ اُمِّ عبد الربّ جنہیں عوامی حلقوں میں 'باجی فوزیہ' کے نام سے جانا جاتا ہے، نے اس مضمون میں اپنی گزری یادیں سپردِ قلم کی ہیں۔ اپنے اُستاد کے رویہ، مزاج، علمی ذوق اور دینی جذبات ورجحانات کا اس میں جابجا اظہار موجود ہے۔ اس تحریر میں بہت سی ذاتی یادداشتیں بھی آگئی ہیں جنہیں اس بنا پر نذرِ قارئین کیا جارہا ہے کہ راقمہ محترمہ بھی دینی حلقوں میں اپنی نمایاں خدمات کی بنا پر جانی پہچانی جاتی ہیں۔ لاہور میں خواتین کا معروف دینی ادارہ 'مدرسہ تدریس القرآن والحدیث' دو دہائیوں سے اُن ہی کے زیر انتظام اور اب زیر سرپرستی چل رہا ہے۔ اُن کا گھرانہ علم وفضل کا مرکز ہے، اس تحریر میں ان کے والدِ گرامی صاحب تیسیر القرآن مولانا عبد الرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ کے علاوہ متعدد علمائے کرام سے دینی روابط کا ذکر بھی موجود ہے جن میں بہت سے اب دنیا سے تشریف لے جاچکے ہیں۔ 'محدث' کے مدیر اعلیٰ حافظ عبد الرحمٰن مدنی حفظہ اللہ نے خواتین کی تعلیم وتربیت بالخصوص عقیدہ وفقہ میں جو پروگرام تشکیل دیے، ان کا تذکرہ بھی ہے۔ ہمارے ہاں عام طور پر خواتین کو قرآن وحدیث کے تراجم پڑھا دینے پر اکتفا کیا جاتا ہے اور ان میں علمی استدلال کے اَسالیب وضوابط کے بارے میں کم توجہ دی جاتی ہے۔ اس بنا پر یہ مضمون مولانا مرحوم کی یادوں کے ساتھ ساتھ حافظ مدنی حفظہ اللہ کی خواتین اساتذہ کی بصیرت کے لئے تربیتی پروگرام کی جھلک بھی پیش کررہا ہے جن کو ترتیب دے کر اُنہوں نے مولانا حافظ عبد الرشید اظہر رحمہ اللہ کو مکلف بنایا تھا جو اس وقت جامعہ لاہور اسلامیہ میں مبعوث تھے۔ اللہ تعالیٰ مولانا عبد الرشید اظہر رحمہ اللہ کے اعمالِ صالحہ کو درجہ قبولیت سے نواز کر اُنہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ جن علما کا ذکر خیر ہوا ہے، ان کو بھی اعلیٰ علیین میں مناصب مرحمت فرمائے اور دینی تعلیم وتربیت کے ان سلسلوں کو قائم ودائم اور شاد رکھے۔ آمین

فضیلۃ الشیخ حافظ عبد المنان نورپوری نوّر اللہ مرقدہ کی وفات کے تذکرے سے ابھی زبانیں فارغ نہیں ہوئی تھیں، دل ابھی اسی صدمے سے سنبھل نہ پائے تھے، تعزیت کا سلسلہ جاری تھا کہ ایک اور ایسا حادثہ جانکاہ پیش آگیا جس سے سنبھلنے میں شاید عمر درکار ہو، زندگی کا روگ بن

[1] مدیرہ معہد التعلیم والتزکیہ، اسلام آباد ... دختر مولانا عبد الرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ، صاحب تفسیر 'تیسیر القرآن'

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانے والے صدمات میں ایک اور جانکاہ صدمے کا اضافہ ہوا۔ اور وہ تھا اُستادِ مکرم حافظ عبد الرشید اظہر رحمۃ اللہ علیہ کی ناگہانی اور مظلومانہ وفات کا دکھ!

۱۷ر مارچ ۲۰۱۲ء بروز ہفتہ، مغرب کے بعد اسلام آباد جی ۶ کی مرکزی مسجد اہلحدیث میں قرآن کلاس تھی جس میں ہم سب اہل وعیال سمیت شریک تھے۔ موبائل سائلنٹ پر تھا لیکن نظروں کے سامنے ۷:۴۳ سے موبائل پر مختلف نمبروں سے کالیں آنا شروع ہوئیں جنہیں میں نظر انداز کرتی رہی، پھر پیغام آنے شروع ہو گئے۔ پیغام پڑھ کر تو میرے پاؤں تلے زمین ہی کھسک گئی۔ فوری طور پر حافظ صاحب، پھر اُن کی اہلیہ، ان کی بیٹی کا فون ملایا۔ حافظ صاحب اور اُن کی اہلیہ کا نمبر بند تھا۔ مگر بیٹی کا فون جس نے سنا، وہ رو رہی تھیں جس سے اس جانکاہ خبر کی تصدیق ہو گئی جسے ماننے سے ہمیشہ ہی جذبات نے انکار کیا ہے۔

اتنی دیر میں ابو عبد الربّ انجینئر عبد القدوس سلفی کا پیغام بھی مل چکا تھا کہ باہر نکلو، چلیں۔ گاڑی میں بیٹھے اور گاڑی آئی ۱۰ میں حافظ عبد الرشید صاحب کی رہائش گاہ کی طرف موڑ دی۔ بچوں سمیت حافظ صاحب کے گھر پہنچ گئے۔ گھر میں پولیس پہنچ چکی تھی اور ضابطے کی کارروائیوں میں مصروف تھی۔ مظلومانہ ہلاکت پر شور شرابا، ہائے وائے، رونا دھونا... جماعتی احباب جمع تھے اور اپنے اپنے قیافے، اندازے لگائے جا رہے تھے اور میں سوچ رہی تھی کہ جو سانحہ گزر چکا، اب اس کا ازالہ تو ممکن نہیں۔ اب ان باتوں سے کیا حاصل.....؟ جو کچھ بھی کر لیا جائے، اسلام کا نظامِ قصاص تو پاکستان میں ہے نہیں کہ جو 'حیات آور' ہو۔ جب حیاۃ نہیں تو پھر 'مماۃ ہی مماۃ' ہے۔ سانپ نکل جانے کے بعد لکیر پیٹنے کا کیا فائدہ؟ افسوس کہ ابھی تک ہمارا قومی و دینی شعور اتنا پختہ نہیں ہو پایا کہ ہم اس طرح کے نقصانات کروا کے بس وقتی ہنگامہ آرائی، شور شرابا، احتجاج اور غل غپاڑہ کر کے سمجھتے ہیں کہ ہم شاید اپنے ملّی و جماعتی فریضے سے عہدہ برا ہو چکے...!

حافظ صاحب سے سلسلۂ تلمذ

حافظ عبد الرشید اظہر صاحب رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ کے ساتھ تعلق ربع صدی سے زائد عرصے پر محیط ہے۔ یہ ۱۹۸۰ء کی دہائی کی بات ہے۔ شاید ۸۴ء یا ۸۵ء کی بات ہو جب وفاق المدارس السلفیہ کا قیام عمل میں آیا اور تمام مدارس کی رجسٹریشن ہو رہی تھی۔ وفاق کے تحت علمائے کرام امتحان دے کر الشهادة العالمية کی اسناد حاصل کر رہے تھے۔ دین کی ادنیٰ طالب علم ہونے کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناطے ہمارا بھی امتحان ہوا۔ بڑی باجی (باجی رضیہ مدنی اہلیہ حافظ عبد الرحمٰن مدنی حفظہ اللہ) اور راقمہ آثمہ ہم دو ہی امتحان دینے والے تھے۔ انٹرویو کے دوران میں ایک سوال میں اُلجھ گئی۔ عقیدہ کی بحثیں شروع ہوئیں، توحید کی تین اقسام تو خیر اِدھر اُدھر سے پڑھ رکھی تھیں مگر اسماء وصفات کی دقیق بحثیں معلوم نہ تھیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جب تک مدینہ یونیورسٹی کے فاضلین کا غلغلہ نہیں ہوا تھا اور مدنی علم پاک وہند میں نہ پہنچا تھا تو روایتی دینی علوم کے باوجود علم العقیدہ کا کچھ اتنا تذکرہ سنا ہی نہ تھا۔ شاہ اسمٰعیل دہلوی رحمہ اللہ کی 'تقویۃ الایمان' ہی اس موضوع پر ہمارے علوم کا منتہیٰ تھی۔ کچھ کچھ شیخ محمد بن عبد الوہاب کی 'کتاب التوحید' سے بھی تعلق خاطر تھا۔

انٹرویو پینل میں ایک صاحب نے سوال کیا: "اللہ ربّ العزت کہاں پر ہیں؟" جواب دیا: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ سوال ہوا: "کرسی کیا ہے، اس کا کیا مفہوم ہے؟" ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ کا جواب دیا کہ اللہ کی کرسی نے زمین و آسمان کو گھیر رکھا ہے۔ سوال ہوا: "کرسی اور عرش کا باہمی تعلق کیا ہے؟" کرسی بڑی ہے یا عرش؟ کرسی اوپر ہے یا عرش؟ اب میں ناقص العلم کہوں کہ عرش کے اوپر تو اللہ ہیں، اللہ سے اوپر کچھ نہیں مگر کرسی کا کیا کروں، اس پر تو بیٹھتے ہیں۔ اللہ تو عرش پر ہیں پھر کرسی کہاں ہے؟ میں اسی میں اُلجھ گئی اور خالی الذہن ہو کر سوچتی رہی اور مجھے کچھ جواب معلوم نہ تھا سوائے ٹک بندی کے؛ سو مجھے کہا گیا کہ بی بی آپ کا عقیدہ کمزور ہے۔

میں بے چاری جو سمجھتی تھی کہ میرے جیسا پکے ٹھکے عقیدے والا موحد اہلحدیث اور وہابی شاید کوئی ہے ہی نہیں، منہ لٹکا کر واپس آگئی کہ میرا عقیدہ کمزور ہے! اللہ بھلا کرے حافظ عبد الرحمٰن مدنی صاحب کا کہ اُنہوں نے ہمارے عقیدے کی مضبوطی کا بندوبست کیا کہ اسے انتہائی پختہ ہونا چاہیے اور میں اپنے زیر انتظام مدرسہ 'مدرسہ تدریس القرآن والحدیث' کی معاونات اور اساتذہ سمیت عقیدہ پڑھنے لگ گئی۔

عقیدے میں مجھے مضبوط کرنے والے صاحب تھے: حافظ عبد الرشید اظہر جو ان دنوں مکتب الدعوۃ کے گارڈن ٹاؤن، لاہور میں واقع دفتر میں بطورِ مبعوث کام کرتے تھے اور جامعہ لاہور اسلامیہ میں بطورِ اُستاد پڑھا بھی رہے تھے۔ میرے بہنوئی محترم مدنی صاحب حفظہ اللہ کی مہربانی سے ایک گاڑی روزانہ وسن پورہ سے ہم ۸ طالبات کو نمازِ فجر کے بعد لے کر ماڈل ٹاؤن پہنچتی اور دو گھنٹے کلاس ہوتی جس میں باجی رضیہ مدنی اور میرے علاوہ مدرسہ تدریس القرآن والحدیث، وسن پورہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی آٹھ اساتذہ شامل تھیں۔ ہم نے آٹھ دن میں حافظ صاحب سے 'عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ' سبقاً سبقاً پڑھا۔ آٹھویں دن امتحان دیا، روزانہ کا ہوم ورک بھی ملتا تھا۔ ڈٹ کر کلاس پڑھی اور ایسی پڑھی کہ پھر اس کے بعد حافظ صاحب سے تعلیم و تعلّم کا جو تعلق بنا، وہ اتنا طویل ہے کہ اس تذکرے کو بیان کرنا انسان کے بس سے باہر ہے۔

یہ سلسلہ تب سے ایں دم ہے کہ حافظ صاحب سے جو آخری سبق میں نے اُن کی زندگی میں پڑھا، وہ ۱۰ مارچ ۲۰۱۲ء کا تھا۔ میں، ابوعبدالربّ اور میری عزیز دوست مصباح عبدالستار شرکائے کلاس تھے اور پچھلے تین ہفتے سے متواتر اُن کے قیمتی لمحات سے اپنا حصہ وصول کر رہے تھے۔ شروع کے کچھ اسباق ہم زوجین نے پڑھے، پھر مصباح عبدالستار بھی شریک سبق ہو گئیں۔

۱۹۸۵ء میں عقیدہ پڑھنے کے کچھ ہی دنوں بعد کا واقعہ ہے کہ میرے بھائی حافظ عتیق الرحمٰن کیلانی جو انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں پڑھتے تھے اور 'سلفیہ رائزنگ انجینئرز' کے نام سے اہل حدیث طلبہ کی تنظیم میں وہ مرکزی کردار ادا کیا کرتے۔ اس تنظیم نے اپنا ایک پروگرام منعقد کیا جس میں مکتب الدعوۃ کے ڈائرکٹر کو بطورِ مہمان بلایا گیا تھا۔ اس سعودی مہمان کے خطبہ صدارت کا اُردو ترجمہ کرنے کے لیے اُن کے ساتھ ایک صاحب تھے۔ یونیورسٹی کے اس ماحول میں جہاں طلبہ کو عربی کی ذرا بھی شُد بد نہ تھی، اس مہمان کے ترجمان کی روانی بیان، شگفتگی، سلاست اور فی البدیہہ ترجمانی نے طالب علموں کو بہت متاثر کیا۔ گھر آ کر بھائی نے اس تقریب کا جو حال سنایا اور خوب مزے لے لے کر سنایا کہ اس تقریب کی روداد میں جو چیز اہم تھی وہ 'مترجم' تھا، کیا بات تھی اس کی؟ یہ دوسرا تعارف تھا اُستاذی محترمی مکرمی حافظ عبدالرشید اظہر رحمۃ اللہ علیہ کا۔

آج جب میں عقیدہ کلاس (جو میری زندگی اور خصوصاً طالب علمانہ دور میں بہت اہمیت کی حامل ہے) کو یاد کرنے بیٹھی ہوں تو میرے غم مجھ پر ہجوم[1] کر کے آ رہے ہیں۔ یہ عقیدہ کلاس میری زندگی کا اہم ترین موڑ تھی۔ جس کو سمجھنے کے لیے مجھے اپنا تھوڑا سا پس منظر بتانا پڑے گا۔ اگر اس کو خود نمائی یا خود رائی پر محمول نہ کیا جائے بلکہ اظہارِ احوال کے لیے اس کی ضرورت کو

[1] اس عقیدہ کلاس کی شرکا میں سے دو اہم اور عزیز ترین شاگردات کافی مدت سے اللہ کی بارگاہ میں پہنچ چکی ہیں۔ شبانہ الطاف جسے میں مدیحہ کہا کرتی تھی اور صدیقہ عبدالرحمٰن جسے میں منیبہ کہا کرتی تھی۔ اللھم اغفرلھم وارحمھم وعافھم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھا جائے تو یہ بتانا فائدہ مند ہو گا کہ میں والد محترم مولانا عبد الرحمن کیلانی رحمہ اللہ کی اولاد میں سب سے چھوٹی، لاڈلی اور والدین کے فیض سے سب سے زیادہ حصہ وصول کرنے والی تھی۔ خصوصاً والدہ محترمہ کی تو میں بہت مقروض ہوں۔ اللہ مجھے اخلاص و محبت کے ساتھ اُن کے حقوق کو سمجھنے، تسلیم کرنے اور ادا کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین!

والدہ صاحب نے اسکول داخل کروایا تو بنیادی تعلیم گھر میں دے چکی تھیں مثلاً ناظرہ قرآن، نماز، ادعیہ ترجمہ سمیت یاد کروا رکھی تھی۔ اُردو لکھنا پڑھنا حتیٰ کہ مجھے اس عمر میں مسدس حالی بڑی سمجھا کر پڑھاتیں اور اس کے اشعار میرے ساتھ مل کر زبانی تکرار سے دُہرایا کرتیں کہ میں اُنہیں یاد ہی کر لوں۔ اسلامی تاریخ کے اَحوال و واقعات جہادی پس منظر کے ساتھ سناتیں۔ چھ سات سال کی عمر میں مجھے تیسری کلاس میں داخل کروایا تو میں سکول میں کم عمر ترین فرسٹ آنے والی طالبہ تھی۔ چھٹی کلاس سے سکول سے اُٹھوا کر قرآن حفظ کرایا اور پھر آٹھویں کلاس میں داخل کرا دیا۔ میٹرک میں بورڈ میں ٹاپ کیا۔ الحمدللہ!

سکول جانے کے دوران والدہ محترمہ نے ایک دفعہ تذکرہ کیا کہ میں بچے پڑھا پڑھا کر تھک گئی ہوں، اب مجھ سے یہ خدمت نہیں ہوتی تو میں نے کالج پڑھنے کا خیال بھی دل سے نکال دیا۔ میٹرک کے بعد دنیاوی تعلیم پرائیویٹ طور پر ساتھ ساتھ چلتی رہی مگر اس زندگی کا مجھے جو فائدہ حاصل ہوا، وہ یہ تھا کہ الحمدللہ مجھے دینی تعلیم کے لیے اپنے وقت کے بہترین اساتذہ سے کسبِ فیض کا موقع ملا۔

یہاں پر ایک اَہم ترین شخصیت مصباح بنت عبد الستار صاحبہ (شیخ محمد وسیم صاحب کی بہن اور شیخ محمد نعیم مرحوم کی زوجہ) کا تذکرہ میرے لیے ناگزیر ہے۔ یہ میری دینی تعلیم کی اوّل و آخر ساتھی رہی ہیں۔ حتیٰ کہ حافظ صاحب مرحوم کی زندگی کے آخری ایام میں ہم نے جو سبق پڑھے ہیں، یہ اُن میں بھی شریک تھیں اور ہمارا ساتھ ہمیشہ سے قابل رشک رہا ہے۔ والدین، اقربا، اعزا، اساتذہ سبھی کی طرف سے اس صحبت کی وجہ سے ہمیں ستائش ملی۔ حتیٰ کہ شادی کے بعد بھی بلا انقطاع یہ ساتھ نبھتا رہا۔ ۲۰۰۰ء کے آخر تک میں شادی کے باوجود 'مدرسہ تدریس القرآن والحدیث' کی انتظامی و تدریسی ذمہ داریوں کی وجہ سے لاہور ہی میں قیام پذیر رہی۔ اس دوران محض دو تین سال کے لئے مصباح اپنے شوہر کی رفاقت میں لاہور سے باہر رہیں۔ پھر مستقلاً لاہور مدرسہ کے جوار میں منتقل ہو گئیں اور مدرسہ کو ہم دونوں کی خدمات میسر رہیں۔ اب ۲۰۰۰ء میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام آباد منتقل ہونے کے بعد وہ مدرسہ کی مدیرہ کے فرائض سرانجام دے رہی ہیں اور دور بیٹھ کر جو خیر مجھ سے ہو سکتی ہے، میں بھی پورا کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔ والحمد للہ علی ذلك!

گھر میں امی جان سے جو کچھ پڑھنا ممکن تھا، پڑھا اور ان کی نگرانی میں پڑھانا بھی شروع کر دیا۔ محترمہ باجی عطیہ انعام الٰہی رانا (اُمّ عثمان) صاحبہ سے مشکوٰۃ المصابیح اور کچھ عربی گرامر پڑھی۔ مولانا عبدالغفور صاحب (خطیب جامع مسجد توحید عامر روڈ شادباغ لاہور) سے سنن نسائی اور صحیح مسلم پڑھیں۔ مولانا ابوبکر الصدیق سلفی صاحب (خطیب جامع مسجد نجم، مدیر 'الاعتصام') سے بخاری سبقاً سبقاً پڑھیں۔ مدرسہ تدریس القرآن والحدیث کی مدیرہ ہونے کے ناطے بہت سے علمائے کرام سے رابطہ رہتا اور شرفِ فیض ہوتا رہتا۔ بہت سے علمائے کرام سے باضابطہ نہیں تو بے ضابطہ درس و تدریس، فہم و تفہیم اور اخذ مسائل کا تعلق رہتا۔

مثلاً حافظ یحییٰ میر محمدی رحمۃ اللہ علیہ سے تربیت و تعلّم کا بہت حصہ حاصل کیا۔ الحمدللہ جمعہ گاہے بگاہے بھائی پھیرو پڑھنے کی سعادت حاصل ہوتی۔ اور یہ نیکی اللہ غریق رحمت کرے عموماً شیخ محمد یونس صاحب مرحوم (علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ کے سمدھی) اور مصباح کے والد شیخ عبدالستار صاحب مرحوم کے حصے آتی کہ وہ ہمیں لے جاتے اور لے آتے۔ یہاں پر حافظ صاحب ایک طرف ہمیں عموماً موقعہ دیا کرتے کہ ہم خواتین تک اللہ کا پیغام پہنچائیں اور دوسری طرف خود مخصوص وقت عنایت فرمایا کرتے جس میں تعلیم و تعلّم مسائل کا پوچھنا اور مناقشہ شامل ہوتا۔ جب کبھی لاہور میں کوئی پروگرام ہوتا تو خصوصی وقت عنایت فرماتے اور مدرسہ تدریس القرآن والحدیث (نزد نجم مسجد) کی عمارت میں اُن سے پڑھنا زندگی کی خوشگوار یادوں میں سے ہے۔ حافظ صاحب انتہائی محبت اور شفقت کا اظہار فرمایا کرتے۔ اللھم ادخلہ جنۃ الفردوس۔ آمین!

انہی بزرگانِ دین کے تذکرے میں مولانا یحییٰ شرقپوری صاحب، حکیم عبدالرحمٰن خلیق آف بدوملہی صاحب بھی آتے ہیں۔ خواتین کے مدارس اور پروگراموں کے سلسلے میں ان سے بھی رابطہ رہتا۔ مولانا عزیز زبیدی صاحب (آف منڈی واربرٹن) سے کچھ عرصہ بحیثیتِ اُستاذ مدرسہ تدریس القرآن والحدیث میں بھی سیکھنے کا تعلق رہا۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ کو بھی بوقتِ ضرورت فون کر کے مسائل پوچھ لیا کرتی۔ ان میں سے مؤخر الذکر کے علاوہ ہر ایک سے انتہائی شفقت، محبت، احترام اور عزت پائی۔ علامہ صاحب سے بات ہوتی تو وہ اپنے دبنگ لہجے میں غلطیاں نکالا کرتے: تلفظ کی، اعراب کی، لہجے کی، فہم کی،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منہج کی اور سیاست کی۔ بہر حال وہ اپنے طور پر نہ صرف عالم دین بلکہ لیڈر اور خطیبانہ شخصیت ہونے کی وجہ سے اپنا ایک الگ سٹائل رکھتے تھے جس سے محظوظ ہونے اور فیض پانے کی وجہ سے پھر بھی اُن سے رابطہ کر لیتی۔ مگر بقیہ تمام علما کی شفقتوں کی وجہ سے اپنے علم کے بارے میں خوش فہمی کا بھی شکار تھی۔ حفظ و تجوید میں قاری جعفر صادق صاحب آف ٹھینگ موڑ اور اُستاذ القراء ادریس عاصم سے بھی فیض پایا۔

اسی دور میں مجھے گورنر ہاؤس میں اس وقت کے گورنر غلام جیلانی نے صدارتی تمغہ حسن کارکردگی بھی عطا کیا تھا۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم کی سیرت کانفرنس میں بھی سرکاری طور پر مدعو کیا گیا تو اس سے میری خوش فہمی اور بے جا اعتماد میں کافی اضافہ ہوا۔

حافظ عبد الرشید اظہر صاحب کی میرے ساتھ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ وہ مجھے فوق الثریا سے تحت الثریٰ تک لائے۔ علم اخذ کرنے کا طریقہ، علماء کا احترام و ادب بزرگوں کے بارے میں حفظ مراتب کا دھیان رکھنا اپنے فہم و استنباط پر علماے سلف سے حجت پکڑنے کے بعد اس کا تذکرہ کرنا، کسی بھی مسئلے پر انتہائی غور و خوض کے بعد رائے قائم کرنا اور پھر اپنی رائے پر اصرار نہ کرنا بلکہ دوسروں کی رائے اپنے موقف کے خلاف بھی ہو تو اسے برداشت کرنا، دلائل کی قوت سے بات کرنا اور اسی طرح بہت کچھ جس نے میری تربیت کی۔ مجھے تحمل و ادب سکھایا، اپنی ذات کا عرفان عطا کیا۔ اللہ سے قربت، دنیا کی بے ثباتی، آخرت کا فکر، عقیدے کی پختگی، فکر کی راستی، زہد، دوسروں کا احترام اور اُنہیں وقعت دینا، ان کے لیے اپنے مال و وقت کا حصہ نکالنا سکھایا۔ اُن سے تعلق کے دوران ان سے بہت کچھ پڑھا، بہت کچھ سیکھا اور بہت ساری تربیت حاصل کی جو لفظوں کی نہیں، عمل کی تھی۔

عقیدہ کی مختصر کتاب پڑھانے کے بعد اُنہوں نے کہا: جاؤ اب خود سے شرح عقیدہ طحاویہ پڑھو، اس کی فلسفیانہ بحثیں چھوڑ کر باقی تمہیں سمجھ آجائے گا۔ پھر ہم نے پڑھا اور جو سمجھ نہ آیا، ان سے پوچھ لیا۔ جب بھی موقع ملا اُنہیں سکھانے کے لیے خندہ رُو اور کشادہ دل پایا۔ فرمایا کرتے: پوچھو پوچھو یہی پڑھانے بتانے کے تو میں پیسے لیتا ہوں (یہ اُن کا اپنے سعودی مبعوث ہونے کی طرف اشارہ تھا) پھر کیوں نہ بتاؤں؟ یہ بھی ان کی عالی ظرفی تھی کہ کھلے دل سے تسلیم کرتے بلکہ دوسروں کے سامنے اظہار بھی کرتے کہ یہ میرا فرضِ منصبی ہے کوئی احسان نہیں، ورنہ اکثر علما اعزاز یہ وصول کر کے بھی نہ صرف بندوں پر بلکہ بسا اوقات اللہ پر احسان چڑھا رہے ہوتے ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ہم نے ہی دین کی عمارت تھام رکھی ہے۔

کہا کرتے کہ کتاب لے کر جب بھی کوئی آجائے تو میں انکار نہیں کر سکتا لہٰذا میں ان لوگوں میں سے ہونے کی کوشش کرتی کہ کتاب لے کر جب موقع ملے پہنچ جاؤں اور مجھے ان کی طرف سے کبھی کم ظرفی کا سامنا نہ کرنا پڑا۔

انہی سالوں میں عقیدہ کے بعد اُنہوں نے 'تسہیل الوصول الی فہم علم الاصول' (جو شیخ عطیہ محمد سالم، عبد المحسن بن حمد العباد اور حمود بن عقلا، اساتذہ مدینہ یونیورسٹی کی تالیف ہے) بہت محنت اور توجہ سے پڑھائی۔ شاید ہم پڑھنے کا حق ادا کر پائے کہ نہیں۔ فرمایا کرتے اب محنت کرو تو 'الوجیز' پڑھا سکتا ہوں۔

یہ اَسباق اب جامعہ لاہور اسلامیہ گارڈن ٹاؤن کی بجائے مدرسہ تدریس القرآن وسن پورہ میں ہونے لگے اور ان میں حافظ عبد الرحمٰن مدنی حفظہ اللہ کا تعاون ہر لحہ شریکِ حال رہا کہ ان کی گاڑی حافظ صاحب کو قینچی سے وسن پورہ لانے لے جانے کی ڈیوٹی دیتی رہی۔ خصوصاً باجی رضیہ مدنی صاحبہ، اہلیہ حافظ عبد الرحمٰن مدنی بھی ماڈل ٹاؤن سے ان سبقوں کے لیے تشریف لاتیں۔ ہمارے یہ اسباق الحمدللہ روز بروز ترقی کرتے جا رہے تھے کہ ان کے شرکا میں اضافہ ہونے لگا۔ میرے بڑے بھائی ڈاکٹر حافظ شفیق الرحمٰن کیلانی، محترم عبد القدوس سلفی (زوجی المحترم)، محترم شیخ نعیم (زوج مصباح) وغیرہم بھی ان اسباق میں عموماً شریک ہونے لگے۔ گاہے بگاہے والد صاحب مولانا عبد الرحمن کیلانی بھی اپنی کسی تصنیف یا مقالہ کے حوالہ جات یا نقطہ نظر پر بحث کے لیے تشریف لے آتے۔ والدہ محترمہ بھی جب فراغت پاتیں تو ضرور اپنے ذوق کی آبیاری کے لیے آبیٹھتیں۔ مدرسہ کی دیگر تلامذہ میں سے جو کوئی بھی ذوق رکھتی، وہ بھی ضرور آ کے بیٹھتی اور میں ان کی حوصلہ افزائی کرتی۔ پڑھنے والی تقریباً سبھی شاگردیں تھیں۔ ان کے درمیان حافظ صاحب میری خوب اچھی طرح کلاس لیا کرتے اور خوب دھنائی اور صفائی کیا کرتے، ذرا سی کوئی غلطی ہوتی تو فرماتے استغفر اللہ کس قدر رحم آتا ہے ان بچیوں پر جنہیں آپ جیسا اُستاد مل گیا، کیا ان بچیوں کا مبلغ علم یہی ہے؟ اور پھر میری اصلاح کا سلسلہ شروع ہو جاتا.....

پڑھائی کے دوران، غالباً ۱۹۸۷ء کی بات ہے کہ میں ایک دفعہ کہہ بیٹھی کہ یہ چیز پڑھ لیتے ہیں، میرے ایم اے کی نصاب میں بھی ہے۔ اس کے بعد کچھ بھی پڑھاتے تو طنزاً ایم اے کا ذکر ضرور کرتے اور ضرور حوالہ دیتے کہ شاید تمہارے کچھ نمبر مزید آجائیں، ان دنیاوی ڈگریوں پر ہلکا طنز بھی کرتے اور اس ڈگری فوبیا کو ضرور رگڑتے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان دنوں لاہور ریڈیو پر خواتین کے لیے ایک دینی پروگرام 'تنجن' کے نام سے چلتا تھا پانچ منٹ کا لیکچر ہوتا تھا۔ میں اس پروگرام کی میزبان تھی اور علماء سے اس کی شرعی حیثیت بھی پوچھ رہی تھی؟ الإثم ماحاك في صدرك کے مصداق اگرچہ بہت سے مفتیانِ کرام اس کے حق میں بے شمار دلائل رکھتے اور مجھے ملتے بھی رہتے مگر میرے دل کی کھٹک نہ گئی تو حافظ صاحب سے پوچھا۔ اُنہوں نے جو کہا مجھے کبھی نہیں بھولا اور میں نے اس کا تذکرہ اپنی کتاب 'ٹی وی کے نقصانات' میں بھی کیا ہے۔

کہنے لگے: الیکٹرانک میڈیا سارا ہی شیطان کا کاروبار ہے۔ جیسے ایک گھاگھ بیوپاری اپنی دکان میں ہر چیز رکھتا ہے، (ڈیپارٹمنٹل سٹور یا ایک چھت تلے ہر چیز ملنے والی دکانیں جن کا آج کل بہت رجحان ہے) اس طرح شیطان اپنی دکان میں ہر طرح کے بندوں کو پھانسنے کا سامان رکھتا ہے۔ تجوید کے طالب علموں کے لیے قراحضرات کا لیکچر، مذہبی رجحانات رکھنے والوں کے لیے علما، سائنس کے طالب علموں کے لیے سائنس..... وغیرہ وغیرہ۔ تاکہ یہاں سے بھی کوئی خالی ہاتھ نہ جاسکے تو یہاں جو بھی کام کرتا ہے اخلاص نیت کے باوجود وہ یک گونہ شیطان کی دکان بڑھاتا ہے۔ الحمد للہ جواب مجھے کلک کر گیا اور میں نے اس کے بعد یہ پروگرام چھوڑ دیا۔

حافظ صاحب بہت عمدہ ذوق رکھتے تھے، انتہائی ذکی الحس تھے۔ خوشبو سونگھ کر تبصرہ کر دیتے کہ سالن اچھا بنا ہے، پکنے میں کمی ہے، مرچ کراری ہے وغیرہ وغیرہ۔ کوشش کرتے کہ ہر اعتبار سے شریعت کے دائرے میں رہیں، کھانے پینے میں نقص نہ نکالیں مگر طلاقت لسانی کی وجہ سے منہ سے بات نکل جاتی اور بعد میں معذرت کرتے رہتے۔

عمدہ کھانے کھلاتے، ساتھ ساتھ فضائل بھی بتلاتے، اس کی دستیابی کے مقام کا بھی تذکرہ کرتے، دین کے طالب علموں کے ساتھ ہمیشہ ہی انتہائی مروّت و محبت کا سلوک کرتے خواہ وہ عمر و مرتبہ میں اُن سے کس قدر کم ہوتا۔ مدرسہ کی بچیوں سمیت جب کبھی موقعہ بنا تو یہ دیکھ کر حیرت ہوتی کہ وہ کم عمری، کم علمی، کم حیثیت سے صرفِ نظر کر کے صرف ایک طالب علم سمجھ کر ان کا کس قدر اکرام کرتے۔

حافظ صاحب کی ضیافتیں

الحمد للہ حافظ صاحب کی اگر خدمتیں کی ہیں تو بہت سی ضیافتیں اُن سے وصول بھی کی ہیں۔ جب بھی ان کے ہاں پڑھنے گئے، شاذ و نادر ہی ایسا ہوا ہو گا کہ صرف پڑھ کر آ گئے اور کچھ کھایا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں۔ پڑھائی بھی چلتی رہتی اور اللہ بھلا کرے باجی (اہلیہ عبد الرشید صاحب) کا وہ خدمت گزار جفتی خاتون (ان شاء اللہ) چپ چاپ مہمان نوازی میں لگی رہتیں۔ حافظ صاحب آرڈر کرتے رہتے اور وہ پورے کرتی رہتیں۔

ان آخری دنوں میں جب ہم حافظ صاحب سے بخاری پڑھنے جا رہے تھے، ایک دن چائے پی، مٹھائی کھائی، سبق پڑھا اور اُٹھنے لگے تو حافظ صاحب کہنے لگے جاؤ اندر جا کر کچھ کھا پی لو، میں نے کہا: کھا لیا ہے، حکماً بولے: جاؤ نا۔ اندر جا کر باجی کے پاس آٹھ دس منٹ بیٹھے، رات کے ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔ پھر ابو عبد الرب کو کال دی کہ چلیں، وہ نکل آئے۔ کوئی پانچ سات منٹ دور گئے ہوں گے کہ بہن مصباح کے فون پر حافظ صاحب نے کہا: کہاں پہنچے ہو واپس آؤ۔ تمہارے لیے کچھ رکھا ہوا ہے میں نے کہا: اتنی رات ہو گئی ہے، گھر پہنچتے پہنچتے بارہ سے اوپر ٹائم ہو جائے گا۔

ابو عبد الرب نے بہت ہی خوبصورت بات کہی کہنے لگے: بچوں کی طرح اپنی مرضی سے ہر چیز کھائیں گے، جب والدین کہیں تو "نہیں، پیٹ بھرا ہوا ہے۔" واپس چلو! واپس گئے تو حافظ صاحب دروازے میں دو پلیٹیں لئے کھڑے تھے، یہ لو گھر جا کے کھا لینا۔

مرغی کے شوربے میں شاندار ثرید اور بوٹیاں تھیں گھر آ کے کھایا اور دعا دی۔ کھانے کے بارے میں کہا کرتے: کھانا لذیذ ہو تو چبا چبا کر مزے لے کر کھانا چاہیے، یہ کیا حماقت ہے کہ کھانا مزے کا تھا میں نے جلد جلدی کھا لیا۔ دیکھو ایک ہزار کا کھانا ہو یا دس روپے کا مزہ تو صرف دو انچ کی زبان کو ہے۔ بعد میں تو سب برابر ہے۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ دس روپے والا کھانا ایک ہزار والے سے صحت کے اعتبار سے بہتر ہو۔ اس لیے دو انچ کی زبان کو مزہ تو لینے دو۔

انتہائی معاملہ فہم، زیرک، حاضر جواب اور حساس تھے۔ مخاطب کے لہجے کو پہچانتے، چلنے والے کی چال سمجھتے، نظریں پہنچانتے، بات کا جواب دینے سے پہلے مخاطب کا دماغ درست کر دیتے کہ اس سوال سے تمہارا کیا مقصد؟ کہاں استعمال کرنا چاہتے ہو؟ اور مخاطب عاجز ہو کر اپنے موقف سے رجوع کرتا۔ گفتگو کے دوران کسی نقطہ نظر سے اختلاف کرنا ہوتا تو دلائل کا انبار لگا دیتے حتیٰ کہ انسان سمجھتا میرے موقف میں غلطی ہے اور اتنا گناہگار ہو رہا ہوں تو دوسری طرف چل پڑتے۔ انسان حیران ہو کر سوچتا کہ یہ جو ابھی قیاس کے ردّ میں علم وفصاحت اور بلاغت وفقہ کے دریا بہا رہے تھے، شاید ان سے بڑا قیاس کے حق میں دلائل دینے والا کوئی ہے ہی نہیں۔ دونوں انتہاؤں تک پہنچانے کے بعد واپس آتے اور ٹھہراؤ کے ساتھ، آہستہ آہستہ شریعت کے قریب ترین موقف تک پہنچاتے۔ وہ آٹھ گھنٹے کی گفتگو ہم دو دن تک دہراتے اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھا کرتے کہ ہمارے پلّے پڑ جائے اور ہفتوں بلکہ مہینوں باہم تبصرہ کرتے۔

درس و تدریس یا خطبے کے دوران ذرا تیز بولتے۔ میں عموماً راعنا کی درخواست کرتی اُنظرنا کہتی۔ پوچھتی کہ آپ ذرا ٹھہر ٹھہر کر کیوں نہیں بولتے تو ایک دفعہ کہنے لگے دراصل پائپ چھوٹا ہو اور پانی زیادہ ہو تو پریشر سے نکلتا ہے بس اتنی ساری باتیں اور دلیلیں جمع ہوتی رہتی ہیں کہ بولتے ہوئے پتہ ہی نہیں چلتا کہ تیز تیز بولنے لگ جاتا ہوں۔

ہمارے اسباق کا سلسلہ شادی کے بعد بھی جاری رہا، الحمدللہ بلکہ یہ اسباق مزید بارونق ہو گئے کہ دو طرفہ سوال و جواب ہوتے رہتے اور ایک دوسرے کی وجہ سے ہمارے علم میں اضافہ ہوتا بلکہ بعد میں بھی ایک دوسرے کے سامنے سبق کی دہرائی ہوتی رہتی۔ لیکن دو کتابیں مسلسل پڑھنے کے بعد ایک دفعہ یہ سلسلہ رک گیا۔ بعد میں بلا انقطاع جاری رہا جس میں حافظؒ کو لانے لے جانے کی ذمہ داری عموماً مصباح عبد الستار کے بھائی یامین صاحب یا معین صاحب ادا کرتے بلکہ بسا اوقات اگر حافظ صاحب کے مدرسہ آنے کا سلسلہ منقطع ہوا ہوتا اور پڑھانے کے دوران کوئی مشکل پیش آ رہی ہوتی تو یہ بھائی ہمیں 'قینچی امر سدھو' حافظ صاحب کی رہائش گاہ پر لے جاتے، جہاں ہماری علمی مجلس ہوا کرتیں۔

انہی دنوں ایک دفعہ حافظ صاحب نے خود فون کر کے بلوایا کہ رینالہ خورد سے محترمہ آپا جی وحیدہ بانو اپنی شاگردوں سمیت تعلیمی سلسلے میں آ کر ٹھہری ہوئی ہیں اور ان کی طالبات حافظ صاحب سے گرائمر پڑھ رہی تھیں، ہمیں بلوایا کہ آ کر ملو اور پڑھو۔ سو ایک دن ہی جانا ممکن ہو سکا۔ بہر حال اس کے نتیجے میں آپا جی محترمہ (والدہ ذکی الرحمٰن لکھوی) سے ایک اچھا تعلق بن گیا جو اُن کی وفات تک خوب نبھا۔

جہاد کے بارے میں موقف

جہاد اور مجاہدین کے ساتھ حافظ صاحب کا تعلق بہت ہی اچھا رہا۔ خود لکھوی خاندان کے ساتھ اُن کے بہترین مراسم تھے اور ابتداءً وہ اسی جہادی جماعت سے قریب بلکہ حامی اور ساتھی رہے لیکن بعض جماعتی اور انتظامی معاملات سے اختلاف کی وجہ سے اس تعلق میں کچھ کمی اور سرد مہری آ گئی لیکن اس سب کے باوجود جہاد کے مسئلے پر اُن کا ذہن بہت واضح اور کلیئر تھا۔ جہاد کے موضوع پر گفتگو کرتے تو حق ادا کر دیتے۔ انتظامی اختلافات نے ان کے نظریات و عقائد کو متاثر نہ کیا تھا۔ اپنے موقف کے اظہار کے لیے انہوں نے ایک اور جگہ تلاش کی اور جامعہ لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامیہ کے طلبہ کی قائم کردہ تحریک مجاہدین اسلام[1] کی سرپرستی فرماتے رہے۔ شہادت میں مستقل کالم بھی اسی جہادی ذوق کی علامت تھا۔ جہاد اور مسئلہ تکفیر کے سلسلے میں حافظ صاحب کا ذہن بہت واضح تھا۔ خروج، تکفیر اور ردّ ان کا مزاج نہ تھا۔ اعتدال اور احترام، جمع و تطبیق ان کے مزاج کا حصہ تھا۔ اور یہ چیز ان کی مجلس میں بیٹھنے والے اصحاب کے لیے اظہر من الشمس ہے۔ جہاد کے بارے میں ان کے نقطہ نظر پر معترض اصحاب سے میری گزارش ہے کہ وہ مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی کی مسئلہ جہاد کشمیر پر لکھی ہوئی کتاب کا مقدمہ از حافظ عبد الرشید اظہر رحمۃ اللہ علیہ ضرور ملاحظہ کریں۔ یہ ان شاء اللہ نہ صرف ان کے بارے میں سوے ظنی کے خاتمے کا سبب ہوگا بلکہ قاری کے ایمان و علم میں اضافے کا موجب بھی ہوگا۔

جہاد کشمیر کے سلسلے میں متردد ین اور معترضین کے لیے بھی اس میں کافی وشافی مواد موجود ہے جو اُن کے اشکالات دور کر کے انہیں بصیرت عطا کر سکتا ہے۔

وقتاً فوقتاً حافظ صاحب سے ہر چیز سیکھی یعنی علم کے ہر شعبے کو چکھا۔ قرآن کا ترجمہ مختلف مقامات سے پڑھایا۔ کبھی کوئی رکوع کبھی کوئی رکوع، سورۃ نور مکمل پڑھائی۔ کہا کرتے قرآن مجید ساری عمر پڑھنا چاہئے۔ ایک دفعہ احادیثِ رسولؐ کی روشنی میں، ایک دفعہ تفسیر صحابہ و تابعین کی روشنی میں اور ایک دفعہ فقہی نقطہ نظر سے، ایک دفعہ فصاحت و بلاغت کے لیے اور ایک دفعہ گرامر و اعراب کے لیے اور ہر دفعہ نصیحت و عبرت کے لیے... پھر ہر دفعہ مختلف منہج کے مطابق پڑھاتے۔

میراث پڑھائی۔ اس کے لیے عربی کتاب شیخ محمد صالح العثیمین کی 'فقہ الفرائض' پڑھائی اور خوب پڑھائی اور کہا کرتے کہ حساب میں نہ پھنسانا تو مسائل سارے پڑھادوں گا۔ انہی کے فیض کو جاری کرتے ہوئے یہاں معہد التعلیم والتزکیہ للبنات، اسلام آباد میں دورہ میراث بھی کرایا جو

---

[1] 'تحریک مجاہدین اسلام' جامعہ لاہور اسلامیہ سے اُٹھنے والی پاکستانی سلفیوں کی وہ اوّلین تحریک جہاد تھی جس نے افغان جہاد میں حصہ لیا۔ جامعہ کے ناظم دفتر اور طلبہ اُمور کے اِنچارج جناب خالد سیف شہید اس کے قائد اور روح رواں تھے۔ ۱۹۸۸ء میں اس تحریک نے 'نداء الجہاد' کے نام سے پہلا جہادی رسالہ نکالا، راقم جامعہ کی جس رہائش گاہ میں ان دنوں رہائش پذیر ہے، وہ اس تحریک کا اوّلین دفتر تھی۔ ۱۹۹۰ء کے رمضان المبارک میں مولانا خالد سیف کی افغانستان میں دلیرانہ شہادت کے بعد اس تحریک کی سرگرمیاں ماند پڑ گئیں، انہی سالوں میں مرکز الدعوۃ والارشاد (موجودہ جماعۃ الدعوۃ) نے جہادِ افغان کا محاذ سنبھالا جو بعد ازاں جہاد کشمیر کی طرف مبذول ہوتا گیا۔ (ح م)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کے لیے بہت ہی توجہ اور دلچسپی کا باعث رہا۔ پہلے پہل تو پڑھانے کے دوران میڈیم (ذریعہ تعلیم) اُردو تھا پھر اتنی دیر پڑھانے کے بعد ڈائریکٹ عربی کتب عربی میں پڑھانا شروع کیں جس سے ہمارا عربیت کا ذوق بن گیا۔ الحمدللہ اور اتنا بہترین ذوق بن گیا کہ جب ۱۹۹۰ء میں حج کرنے کی سعادت حاصل کی تو علماء سے مسائل پوچھنے پر ذرا دقت نہ ہوئی بلکہ کہیں میں نے کہا کہ میں ضیوف الرحمٰن میں سے غریب الدیار ہوں تو وہ عرب کہنے لگا: واللہ لسان الفصحاء وانت غریبة ....سبحانك هذا بهتان عظيم

حدیث میں ہمیں صحیح بخاری کی کتاب الایمان، کتاب التوحید والرد علی الجہمیہ پڑھائی۔ مسلم کا مقدمہ پڑھایا۔ موطا کی کتاب النکاح، ابوداؤد کی کتاب الادب پڑھائی، نسائی سے کتاب الاستعاذہ پڑھائی۔ الحمدللہ ہر کتاب سے کچھ نہ کچھ پڑھایا کہ اصل میں ہمیں پڑھنے کا طریقہ سکھلایا۔ کہا کرتے کہ اُستاد تو پڑھنے کا طریقہ ہی سکھلا سکتا ہے۔ یہ شاگرد کا کمال ہے وہ کیا پڑھتا ہے۔

عربی گرامر پڑھنے کا وقت آیا تو 'الفیہ ابن مالک' منگوائی۔ اس سے تقریباً سو صفحے پڑھائے۔ ذوق بنایا کرتے خود عربی ذوق بہت عمدہ تھا، بہت اچھے اشعار پڑھتے اور سناتے تھے ایک دفعہ میں نے کہا: استاد صاحب اتنا شعر و شاعری کا ذوق ہے تو ہمیں کچھ عربی ادب ہی پڑھا دیں: سو متنبّی، امرؤالقیس بھی کہیں کہیں سے پڑھا دیں۔

مصباح عبدالستار کے والد شیخ عبدالستار صاحب ۱۹۸۶ء میں فوت ہو گئے تھے۔ اللہ انہیں غریق رحمت کرے۔ تو بس ایک دن بات چیت کے دوران اُس نے کچھ اس طرح تذکرہ کیا کہ میرے بھائی آپ سے بہت محبت کا تعلق رکھتے ہیں اور ضمناً یہ بات کہ آپ کی شکل بھی میرے ابو سے ملتی ہے، حافظ صاحب نے اس کے بعد سے اپنے آپ کو ایک والد کے مقام پر ہی رکھا اور ثابت کیا۔ لفظاً بھی کہا کرتے اور عملاً بھی اس طرح کا رویہ رکھا کرتے۔

عربی ادب پڑھانے کی میری اس فرمائش پر فرمانے لگے: لاحول ولا قوة کوئی باپ اپنی بچی کے سامنے عربی شعر نہیں پڑھ سکتا؟ میں نے کہا کہ آپ اُردو اشعار بھی تو پڑھتے ہیں تو بولے: عربی زبان کے مقابلے میں اُردو انتہائی معصوم اور پاک ہے۔ یہاں زیادہ سے زیادہ نظر آنے والا گند میر و غالب کی غزلیں اور جوش ملیح آبادی کا گند ہے۔ عربی اشعار تو پڑھ کر طبیعت خراب ہو جاتی ہے، آئندہ کبھی ایسی بات نہ کرنا کیونکہ مجھ سے پھر آپ کی بات ٹالی بھی نہیں جاتی۔ لیکن پھر اسی بات کی لاج رکھتے ہوئے ہمیں حسان بن ثابتؓ اور زہیرؓ بن کعب کے قصیدے پڑھائے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بہت ہی خوب پڑھائے کہ ایک مدت تک ان کے اشعار وردِ زبان ہی رہے اور بھی کچھ حکمت و بلاغت کی چیزیں مختلف کتابوں سے ہمارے ذوق کی تسکین کی خاطر ڈھونڈ لاتے اور پڑھایا کرتے۔

مجھے اور مصباح کو ایک شاگرد شمار کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تم دونوں مل کر پڑھو تو پڑھایا جاتا ہے تم دونوں مل کر ایک شاگرد ہو۔ ایک دوسرے کی کمیاں کوتاہیاں دور کرنے والی۔ جو ایک کو سمجھ آتا، دوسری کو نہیں آتا۔ جو دوسری کو آتا ہے وہ پہلی کو نہیں آتا اور پھر سمجھتی بھی ایک دوسرے کی ہو، میری نہیں سمجھتی۔

یہی وجہ ہے کہ ان کی زندگی کے آخری ایام میں ہم نے جو اسباق پڑھنے شروع کیے اور ابو عبد الرب بھی ہمارے ساتھ جانے لگے۔ دو چار اسباق ہی پڑھے تو میں نے مصباح کے سامنے تذکرہ کیا۔ اس کو دین سیکھنے کا شوق چرایا۔ الحمدللہ وہ بچوں اور مدرسہ کی مصروفیات سے نکل کر پندرہ دن یہاں ٹھہری اور پھر صبح و شام الحمدللہ یاد گار مجلسیں رہیں۔

شیخ نعیم صاحب اپنی ملازمت کے سلسلے میں ۱۹۹۱ء میں اسلام آباد مع فیملی منتقل ہو گئے۔ مکتب الدعوۃ اسلام آباد منتقل ہونے کی وجہ سے حافظ صاحب بھی اپنی فیملی لے آئے۔ یوں نعیم صاحب والے گھر میں دونوں خاندانوں کو تقریباً سال بھر اکٹھے رہنے کا موقعہ ملا جس سے تعلقات مزید پختہ ہو گئے۔ حافظ صاحب اس کو احسان سے تعبیر فرمایا کرتے۔ مصباح کا مجھ پر بہت احسان ہے جس نے میرا گھر آباد کیا ہے۔ اسے اللہ خوش رکھے۔ میں اس کا کس قدر احسان مند ہوں۔ اگر یہ مجھے کہے کہ میرا بچہ رو رہا ہے اور 'مدرسہ تدریس القرآن والحدیث' سن پورہ میں بیٹھے تھے تو مجھے اس بچے کے لیے پیدل چوک ناخدا سے جا کر مونگ پھلی لانا پڑے تو میں ضرور جاؤں گا۔

حافظ صاحب بہت گہری اور حکمت افروز گفتگو کیا کرتے تھے۔ بے انتہا نازک مزاج اور زود رنج بھی تھے۔ ایک دن سبق کے دوران کسی طالب علم کے تیکھے سوالوں پر ناراض ہو گئے۔ وہ طالبِ علم بھی مخصوص مزاج کی وجہ سے مسئلہ کی بہت کرید کرتے۔ تو اس کے بعد ایک دو موقع پر زیادہ کرید کی وجہ سے مجھے پھر سے خدشہ ہوا، کہیں حافظ صاحب ناراض نہ ہو جائیں اور مجھ سے اس بات کا اظہار ہو بھی گیا تو انہوں نے اس کا جو جواب دیا وہ میری زندگی میں میرے بہت کام آیا۔ بولے: میری زندگی میں کبھی کسی کے ساتھ ایک سے زیادہ دفعہ تو تکار نہیں ہوئی۔ جب ایک دفعہ تو تکاری ہوتی ہے تو میں اچھی طرح لڑتا ہوں اور یہ چیک کرتا کہ یہ 'ناداں' ہے یا 'بدنیت'!!! اگر 'ناداں' ہو تو میں اس کی بات کا پھر کبھی بُرا نہیں مناتا۔ نظر انداز کر دیتا ہوں اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر 'بدنیت' ہو تو میں دوبارہ کبھی اس طرح کا موقع نہیں بننے دیتا کہ وہ میرے ساتھ بد تمیزی کر سکے۔ ان کی بعض حکیمانہ اور ظریفانہ باتیں بہت ہی یاد آتی ہیں۔

ایک دفعہ بیٹھے اپنی بیگم صاحبہ کی بہت تعریفیں کر رہے تھے۔ ان کے شرعی حجاب، ان کی سادہ لوحی اور اطاعت شعاری کو عموماً سراہا کرتے تھے اور غائبانہ بھی ان کے احسان مند رہا کرتے تھے۔ تعریفیں کرتے ہوئے کہنے لگے۔ ویسے بھی آج کل اپنی بیگم کا بہت ہی فرمانبردار ہو گیا ہوں۔ میں نے پوچھا کیوں: بولے، بوڑھا ہو گیا ہوں ناں۔ میں نے پوچھا: اس کا کیا مطلب؟ کہنے لگے: نادانو! آپ نہیں سمجھتے کہ انسان جوں جوں بوڑھا ہوتا ہے، بیگم کا غلام بنتا جاتا ہے۔ اس کے کئی اسباب ہیں مثلاً

① اس کی خاطر سارے رشتہ داروں سے کٹ کٹا کر اس عمر میں پتہ چلتا ہے کہ واقعی اس کے علاوہ میرا ہے بھی کوئی نہیں۔

② وہ صرف بیوی نہیں، بچوں کی ماں بھی ہوتی ہے۔ اور ہر بچے کے ساتھ یہ تعلق بڑھتا ہے۔

③ تعلق اگر اچھا ہو تو نبھتا ہے نہیں تو ٹوٹ جاتا ہے اور اگر اچھا ہو تو ہر روز مزید اچھا ہوتا رہتا ہے

فقہ پڑھنے کے دوران دو چار دفعہ اوپر تلے ہی ایسے مواقع آئے کہ امام احمد کی کسی مسئلہ میں دو آرا تھیں یا اُن سے دو قول ثابت تھے۔ فيه قولان عن أحمد ـــ في إحدى الروايتين عن أحمد ـــ في أصح القولين عن أحمد

تو میں نے استعجاباً سوال کیا کہ امام احمد سے ہر مسئلے میں دو آرا کیوں منقول ہیں۔ شاید میرے انداز میں کچھ بے ادبی یا گستاخی کی بُو محسوس کی۔ حافظ صاحب نے ایک لمبا لیکچر دیا کہ یہ ان کے تبحر علمی کی دلیل ہے۔ یہ ہر دو طرف کے دلائل پر ان کی گہری نظر کی علامت ہے کہ وہ کسی ایک بات پر اڑ نہیں سکتے تھے۔ یہ جہلا کم علم، کم فہم لوگوں کا طریقہ ہے کہ ایک بات پر اڑ جائیں۔ جس کا انہیں علم ہو گیا ہے بس وہی ٹھیک ہے خواہ اس کے مقابل دلائل کا انبار ہو جس پر اُن کی نظر ہی نہیں پڑی۔ احمق! یہ ان کی تنقیص نہیں تعظیم ہے۔ کم فہمی نہیں گہرائی اور گیرائی ہے۔ میری تربیت میں حافظ صاحب کے جن ارشادات نے اہم کردار ادا کیا ہے ان میں سے یہ اہم ترین بات تھی۔

ایک دن پڑھانے آئے تو راستے میں دیکھا کہ 'مدرسہ تدریس القرآن والحدیث للبنات وسن پورہ، لاہور' کے سالانہ جلسے کے اشتہار لگے ہوئے تھے جس میں ہمارے نام لکھے تھے۔ آتے ہی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہنے لگے: "آج میں نے راستہ میں کچھ باپردہ خواتین کے بے پردہ نام پڑھے۔" وہ دن گیا کہ ہم نے اشتہارات پر نام لکھوانا تو بہت دور، حتیٰ الوسع اشتہار چھپوانا ہی ختم کر دیا۔ کوئی بہت مجبوری ہو تو اس وقت یا پھر کنیت۔ شعوری طور پر سمجھا کہ ہر عام و خاص کی زبان پر خواتین کا نام آنا اُن کے وقار کے منافی ہے۔

حسن اتفاق کہ ۲۰۰۰ء میں، راقمہ بھی ابو عبد الربّ کی سروس کی وجہ سے اسلام آباد منتقل ہو گئی۔ یہاں الحمد للہ بہت اچھی ہمسائیگی رہی بلکہ حافظ صاحب نے ہمیشہ فیاضی اور میزبانی کا رویہ رکھا۔ بچوں کو گھمانا پھرانا، کھلانا پلانا، دو فیملیوں کا متعدد مقامات پر اکٹھے سیر کو جانا تو بہت ہی یادگار ہے۔ حافظ صاحب انتہائی عمدہ ذوق رکھتے۔ مناظر فطرت سے گہرا لگاؤ تھا۔ جڑی بوٹیوں، درختوں، پھولوں کی پہچان اور خواص کو جاننا پہچاننا، کچھ کچھ حکمت کا ذوق بھی پایا تھا۔ سیر کے دوران تبصرے جاری رہتے۔ بہت سے نسخے، متفرق بیماریوں کے بہت سے علاج بتلایا کرتے۔ ایک طرف مناظر فطرت کے شیدا تھے اور دوسری طرف ہر نئی سیر گاہ حافظ صاحب نے ہی دکھائی۔ میرے بچے بڑے ہو رہے تھے اور ان کے بچوں کے بچے (پوتے و نواسے) بھی بڑے ہو رہے تھے۔ بعض خانگی مسائل کی وجہ سے کچھ دیرباہمی تعلقات میں تعطل رہا۔ گو کہ اس تعطل کے دوران بھی علمی تعلق بہر حال برقرار ہی رہا۔ تاہم مسائل کا پوچھنا، درس و تدریس میں حاضری، یا اُن کو دعوتِ درس دی تو بہر حال قبول کر لی۔

پھر کچھ ایسا ہوا کہ بہت سی طالبات اور شاگردوں کے کہنے پر میں جو متفرق جگہ کلاس لے رہی تھی، اس کو ایک جگہ منظم کرنے کا پروگرام بن گیا۔ ۲۰۱۰ء کے آخر میں جب یہ پروگرام بنا تو سب سے پہلے میں نے حافظ صاحب سے حاضری کی اجازت مانگی کہ میں ان کی علمی رہنمائی کے بغیر شاید کچھ نہ کر پاؤں، سو اجازت دے دی۔

میں اور ابو عبد الربّ گئے۔ سلام دعا کے بعد مجھے عرضِ مدعا یا معذرت کرنے کا موقع ہی نہ دیا۔ خود ہی کہنے لگے: مجھے آپ لوگوں سے ایک بات پوچھنا ہے۔ میں نے کہا: جی! بولے ان ۲۰، ۲۵ سالوں میں میری کسی حرکت، کسی بات، کسی عمل سے کبھی آپ کو یہ شبہ پڑا ہو کہ میں آپ کے ساتھ باپ جیسا سلوک نہیں کر رہا؟ میں نے مسعودہ (حافظ صاحب کی بڑی بیٹی) اور فوزیہ میں کبھی فرق نہیں کیا۔ (حافظ صاحب کی دو بیٹیاں شیر خوارگی میں فوت ہو گئی تھیں جن میں سے ایک کا نام فوزیہ تھا) کہا کرتے تھے۔ تم جب آتی ہو تو مجھے لگتا ہے کہ میری فوزیہ آ گئی ہے۔ کہا کرتے، چھوٹی اولاد سب سے لاڈلی ہوتی ہے اور جو بعد میں آئے وہی سب سے چھوٹا ہوتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر حافظ صاحب کی بھرپور راہنمائی اور بھرپور شفقت کے سائے میں 'معہد التعلیم والتزکیہ، اسلام آباد' کی بنیاد رکھی۔ جس کی افتتاحی تقریب میں حافظ صاحب نے تزکیہ وتربیت کا مفہوم سمجھایا اور حصولِ تزکیہ کا نبوی منہج بتایا۔ اس کے بعد بھی گاہے بگاہے راہنمائی کرتے رہے۔ ان آخری دنوں میں ان کے فیض کو عام کرتے ہوئے میں نے 'عقیدہ اسلامی' پڑھایا۔ میں نے پوچھا: شرکا کو سند دینی چاہیے۔ حافظ صاحب نے تائید کی، ٹھیک ہے: دو۔ پھر مجھے سند تیار کرائی۔ میں نے پوچھا: حافظ صاحب 'مشرف' (نگرانِ علمی) کے دستخط کریں گے، بولے: صرف اس بار؟ میں نے کہا: نہیں، مستقل! جواب دیا: ٹھیک ہے۔

شرکائے دورہ میں ایک صاحبہ باہر سے آئی ہوئی تھیں اور اُنہیں واپس جانا تھا۔ ان کی خوش قسمتی کہ اُن کو جلدی جلدی سند تیار کر کے دی جس پر حافظ صاحب نے دستخط بھی کیے۔ بقیہ اسناد اطمینان کے ساتھ دستخط کرنے کے لیے تیار رکھی تھیں جو رکھی ہی رہ گئیں اور فرشتہ اَجل سبقت لے گیا۔ إنا لله وإنا إليه راجعون. ماشاء الله كان وما لم يشاء لم يكن!

۱۵/ مارچ بروز جمعرات، وفات سے دو دن قبل میں نے فون کیا: اُستاذ صاحب! کچھ پوچھنا ہے، آجائیں؟ اپنے مخصوص لہجے میں بولے: آجاؤ آجاؤ۔ آج ہے وقت، پھر سفر اور دروس ہی دروس ہیں۔ میں نے کہا: موسم کھلا آگیا ہے، کیا تقریبات ہیں؟ بولے: ختم بخاری کا موسم ہے، پھر رمضان ہے اور چل سو چل اپنی مصروفیات کی ایک لمبی فہرست سنادی۔ اللہ کا کرنا ابو عبد الربّ دفتر سے لیٹ آئے، تھکے ہوئے بھی تھے۔ بولے، آج نہیں، اتوار کو چلیں گے۔ غرض جو چیز مقدر میں نہ ہو، بس زندگی کی وہ آخری ملاقات ہی بن گئی جو دس مارچ بروز جمعرات مع فیملی اُن کے ہاں کھانا کھایا اور حافظ صاحب اس وقت نمازِ مغرب سے قبل جلدی میں تھے۔ اُنہیں بھارہ کہو جانا تھا۔ کہنے لگے: احباب نے کوئی مسجد بنانی ہے، تو جلدی جلدی جیسے اجازت طلب کرتے ہیں یا اطلاع دیتے ہیں تو یہ کہہ کر چلے گئے۔

حافظ صاحب انتہائی چست اور پھرتیلے، جلدی جلدی کام سمیٹنے والے تھے۔ اُن کی وفات کے موقع پر لوگ مختلف تبصرے کر رہے تھے کہ ان کو شہید کرنے والے دو ہی تو بندے تھے، پھر حافظ صاحب نے مزاحمت نہ کی۔ کیا اُنہیں پتہ نہ چلا، اُنہوں نے شور نہ مچایا۔ اُنہیں لوگوں نے کیسے گرایا ہو گا؟ میرے منہ سے بے ساختہ نکلا: حافظ صاحب! جس طرح سے معاملہ فہم اور متنبہ طبیعت کے آدمی تھے، شاید اُنہیں چھ بندے بھی نہ گرا سکتے۔ انہیں بندوں نے نہیں، موت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے گرایا ہے۔ جو وقت لکھا تھا، آخر وہ آ کے رہتا ہے۔ میں حافظ صاحب کی اہلیہ محترمہ اور بچیوں کے ساتھ بیٹھی تعزیت کر رہی تھی کہ اللہ ربّ العزت نے جو الفاظ میری زبان سے ادا کرائے، وہ یہ تھے: باجی! میرا اور آپ کا ایمان ہے کہ حافظ صاحب کے کوچ کا یہی وقت اللہ کے ہاں طے شدہ تھا۔ وہ بندے نہ بھی آتے تو بھی یہی اجل مسمّٰی تھا۔ گھر میں اگر سارے افراد بھی ہوتے تو اللہ کے حکم کو ٹال نہیں سکتے تھے تو پھر ہمیں تو شکر گزار ہونا چاہیے، اُن لوگوں کا جنہوں نے جاتے جاتے حافظ صاحب کے درجات بلند کر دیئے اور ان کے گناہوں کو سمیٹ کر لے گئے۔ میری مراد ہابیل کے اُن الفاظ سے تھی جو اس نے اپنے بھائی کی بدنیتی بھانپتے ہوئے کہے تھے:

﴿ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۝ ﴾[1]

"اگر تو میری طرف اس لیے ہاتھ بڑھائے کہ تو مجھے قتل کر ڈالے تو میں پھر بھی تیری طرف ہاتھ نہ بڑھاؤں گا کہ تجھے قتل کروں۔ کیونکہ میں اللہ ربّ العالمین سے ڈرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تو میرے اور اپنے سارے ہی گناہ سمیٹ لے اور تو اصحاب النار میں سے ہو جائے اور ظالموں کی یہی جزا ہے۔"

اللہ ربّ العزت بڑے رحیم و کریم ہیں، وہ اپنے بعض بندوں کو بلند مقامات سے نوازنا چاہتے ہیں۔ لیکن بشری کمیوں، کوتاہیوں کی وجہ سے وہ اگر ان مقامات تک نہیں پہنچ پاتے تو اللہ رب العزت ان کے لیے اس طرح کے حالات پیدا کر دیتے ہیں کہ جو اُن کے گناہوں اور کوتاہیوں کا کفارہ بن سکیں اور ان کی بلندیٔ درجات کا موجب قرار پائیں۔

یقیناً رحمٰن و رحیم کے فیصلے اس کی مخلوق کے حق میں بہت ہی بہترین ہیں اس وقت میرے ذہن میں حافظ صاحب کی ادعیہ جو بہت ہی دل سوزی کے ساتھ پڑھا کرتے تھے، گونج رہی ہیں:

اللهم اقسم لنا من خشيتك ما تحول بيننا وبين معاصيك... اللهم اجعل ثأرنا على من ظلمنا وانصرنا على من عادانا ولا تجعل مصيبتنا في ديننا... ولا تسلط علينا من لا يخافك فينا ولا يرحمنا.[2]

---

۱ سورۃ المائدۃ

۲ سنن النسائی الکبریٰ: رقم ۱۰۲۳۵

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللهم إني عبدك وابن أمتك، ناصيتي في يدك، ماض في حكمك، عدل فيّ قضاءك، اسئلك بكل اسم هو لك سميت به نفسك ...[1]

حافظ صاحب محترم اپنی گوناگوں خصوصیات اور ہمہ جہت صفات کی وجہ سے زندگی میں بھی متنازع شخصیت رہے اور وفات کے بعد بھی وہ مختلف الخیال لوگوں کی آرا سے مامون نہیں ہیں اور یہ چیز، میں ایمان وعقیدے کی بنا پر سمجھتی ہوں کہ ان شاء اللہ ان کے لئے کفارہ سیئات وبلندئ درجات کا سبب ہے اور اللہ ربّ العزت جب تک چاہیں گے یہ حسنات ان کے نامہ اعمال میں درج ہوتی رہیں گی۔

ایک بار درسِ حدیث کے دوران «لا حسد إلا في اثنتين» کا مفہوم بیان کرتے ہوئے بتا رہے تھے کہ حسد کا معنی مذموم وبُرائی نہیں ہوتی بلکہ اس کا معنی فی الواقع رشک بھی ہے اور کل ذي نعمة محسود ہر منعم علیہ پر رشک کیا جاتا ہے۔ آج کل بھی عرب کسی کا حال پوچھتے ہیں۔ اس کا حال بہت اچھا ہو تو جواب ہوتا ہے: هو محسود یعنی وہ قابل رشک ہے۔ بُرا ہو تو کہا جاتا ہے هو غير محسود اس کی حالت قابل رشک نہیں۔ مجھے خیال آرہا ہے کہ حافظ صاحب زندگی بھر بھی محسود تھے اور اب بھی:

إذا أراد الله نشر فضيلةٍ طُويت أتاح لها لسان حَسود[2]

"اللہ ربّ العزت جب کسی کی مخفی فضیلتوں کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں تو اسے حاسدوں کی زبان پر چڑھا دیتے ہیں۔"

محترم حافظ صاحب اپنے مخصوص مزاج کے باوجود بزرگوں کے ادب واحترام اور ان کے تذکرہ خیر کا بہترین انداز رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ جب کسی کی تنقیص بھی کرتے تو بعد میں ان کے حق میں ایک دو جملے خیر کے ضرور کہتے۔ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کا تذکرہ بڑے عقیدت مندانہ انداز میں کرتے بلکہ ایک دن یہ بھی کہا کہ مولانا بتلاتے ہیں کہ آپ کی باجی مسز ثریا بتول علوی ان سے پڑھی ہوئی ہیں۔ علما کا شجرۂ نسب اُنہیں حفظ ہوتا تھا اور وقتاً فوقتاً علمی سندیں اور سلسلے سنایا کرتے تھے۔ اب جو اُن سے آخری گفتگو فون پر ہوئی جس میں انہوں نے آنے کی دعوت دی۔ وہ اصلاً میں نے یہ پوچھنے کے لیے کیا تھا کہ میں نے سورہ نور پڑھانی ہے، کس کتاب کا مطالعہ کروں؟

---

۱ مستدرک حاکم: رقم ۱۸۷۷

۲ موسوعۃ الدفاع عن رسول اللہ ﷺ: ج ۲/ص ۴۷

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوّلاً تو کہنے لگے: اپنے ابا جی کی تفسیر پڑھو (تیسیر القرآن)۔ پھر بولے میری کتاب پردے والی پڑھو پھر جیسے ذہن حاضر ہوتا ہے۔ کہنے لگے: حافظ عبد السلام بھٹوی کی تفسیر سورہ نور بھی آگئی ہے، وہ پڑھو۔ کام کی باتیں ہوں گی۔ دارالاندلس سے پتہ کرو، شاید اُنہوں نے الگ بھی چھاپی ہو۔ حافظین محترمین (حافظ عبد السلام بھٹوی اور حافظ عبد المنان نورپوری) کا تذکرہ بڑے اچھے انداز میں کیا کرتے۔ خصوصاً حافظ عبد السلام بھٹوی حفظہ اللہ کی فصاحت و بلاغت اور شعری ذوق کا عموماً تذکرہ کرتے تھے۔

انہی آخری مجلسوں میں حافظ عبد المنان رحمہ اللہ کی وفات کے بعد اُن کا تذکرۂ خیر کرتے ہوئے ایک دن کہنے لگے: مجھے عموماً کتابوں میں بہت غلطیاں نظر آتی ہیں لیکن حافظ عبد المنان رحمہ اللہ کا کمال ہے کہ اُن کی کتب سے کوئی غلطی پکڑی نہیں جا سکی، کم از کم مجھے نہیں مل سکی؛ نقطہ نظر اور مسائل میں اختلاف ہو سکتا ہے مگر اغلاط معدوم ہیں۔

خواب ہوئیں وہ یادیں، وہ باتیں جو اَب ہمارے پاس محض حسرت ہی حسرت ہیں۔ حافظ صاحب کے گھر سے واپس آئے تو میری چھوٹی بیٹی پوچھتی ہے: امّی جی! آپ نے حافظ صاحب کو دیکھا۔ میں نے کہا: زندگی میں نہیں دیکھا تو اب کیوں دیکھتی؟ اللہ کے احکامات تو وہی ہیں۔ شعوری طور پر نہیں دیکھا، اتنا لمبا ساتھ رہا، نظر پڑ جانا اور بات ہے، لیکن اللہ ربّ العزت نے اپنے دین اور نام کی برکت سے جو تعلق بنایا تھا، وہ الحمد للہ ان حدود و قیود میں ہی نبھتا رہا۔

اس تعلق کے منقطع ہونے پر دُکھی تو ہم ہیں ہی اور کچھ ہاتھ سے نکل جانے کا غم تو ہمیں ہی برداشت کرنا ہے۔ ورنہ اللہ ربّ العزت کی جناب سے قوی اُمید ہے کہ وہ اس وقت جل جلالہ کی برکات سے بہت کچھ پا ہی رہے ہوں گے، وصول ہی کر رہے ہوں گے کیونکہ ان کے کھونے کا وقت گذر چکا۔ اللھم اغفرله وارحمه، وعافه واعف عنه....

اللهم لا تحرمنا أجره ولا تضلنا بعده... آمين يا إله العٰلمين!

! من كان باكيًا فليبك علىٰ فقد العلم والعلماء !

حافظ عبد الرشید اظہر... ابو عبد الربّ انجینئر عبد القدوس سلفی کی یادیں

میری زوجہ محترمہ باقاعدہ حضرت حافظ صاحب کی شاگرد رہیں تاہم راقم الحروف کا بھی باقاعدہ شاگردی کا سلسلہ اِتنا ہی طویل ہے۔ ہماری شادی سے قبل جب میں انجینئرنگ یونیورسٹی میں زیرِ تعلیم تھا، تب سے حضرت حافظ صاحب سے تعلق بنا اور پھر اسلام آباد میں تا وفات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُستوار رہا۔ راقم الحروف کو وہ وقت بھی یاد آتے ہیں جب 'تدریب الدعاۃ' کے کورسز جامع مسجد القدس چوک دالگراں لاہور اور پھر مسجد اہل حدیث لوکو ورکشاپ لاہور میں منعقد ہوا کرتے تھے جن میں حافظ عبد الرحمٰن مدنی حفظہ اللہ تحریکوں (الملل والنحل) کے جائزہ میں ؟؟؟ کے ساتھ ڈاکٹر اظہر صاحب بھی لیکچر دیتے تھے۔ الفقہ الاکبر (عقیدہ) اور الفقہ الاصغر (فقہ) کے اُصول ہم نے باضابطہ موصوف سے پڑھے چونکہ ان کلاسوں کی نظامت راقم کے ذمہ ہوتی جس میں موصوف کے لانے اور جانے کا انتظام مجھے کرنا ہوتا تھا تو ایک دفعہ وسن پورہ سے لوکو شیڈ ورکشاپ جانا ہوا۔ میرے پاس چائنہ کی سائیکل تھی تو بلا تذبذب سائیکل پر پیچھے بیٹھ گئے، تب میں حیران ہو گیا کہ اُنہوں نے سائیکل سواری کر لی؟! اسی طرح ایک دفعہ اسلام آباد سے لاہور پڑھانے کے لئے آنا تھا تو وقت بچانے کے لیے ہوائی جہاز پر آ گئے تب بھی میں حیرت زدہ ہو گیا کہ کس قدر ذمہ داری کا احساس اور وعدہ کا پاس تھا اُنہیں؟ وفات کی خبر سن کر مجھے مولانا اعجاز احمد تنویر کا فون آیا۔ وہ ان ایام کا تذکرہ کر رہے تھے جب لوکو ورکشاپ کی مسجد میں حضرت حافظ صاحب طلباء وعلماء کو پڑھانے آیا کرتے تھے۔

آخری دنوں میں جب ہم زوجین، حضرت حافظ صاحب مرحوم سے بخاری شریف پڑھنے جا رہے تھے کہ اس دوران ایک دفعہ مجھ بتانے لگے کہ آپ کے رشتہ دار مولانا عبد الکریم دہلوی رحمہ اللہ، جن کو فوت ہوئے کئی سال ہو گئے ہیں، وہ میرے سگے پھوپھی زاد تھے۔ میں نے کہا آپ نے اُن کو کیسے یاد کیا۔ کہنے لگے: دراصل وہ میرے اُستاد کے اُستاد تھے۔ پوچھا وہ کیسے؟ کہنے لگے: مولانا داؤد رحمہ اللہ میرے اُستاد ہیں اور وہ اُن کے استاد تھے۔ پھر میں نے کہا: آپ مولانا مشتاق صاحب کو جانتے ہیں، وہ میرے چچا لگتے تھے۔ کہنے لگے: ہاں وہ بھی میرے اُستاد کے اُستاد ہیں۔ تو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے اساتذہ کو کس قدر یاد رکھا کرتے تھے؟

زندگی بھر صالحین کی صحبت کے متلاشی رہے۔ اچھے وقتوں کی بات ہے کہ حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی رحمہ اللہ کے مرکز بونگہ بلوچاں (موجودہ نام البدر) کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ جی چاہتا ہے کہ اسی بستی میں مکان بنایا جائے۔ جب مرید کے میں ایک مرکز شروع ہوا تو کہنے لگے کہ یہاں کوئی پلاٹ مل جائے تو۔ اسی طرح کی خواہشات کا وقتاً فوقتاً اظہار کیا کرتے، ہم نے علماء کی قدر دانی اُن سے سیکھی۔ علمائے کرام پر تنقید بھی بہت فرماتے لیکن علما کا دفاع کرنے پر آتے تو آخری حد تک جاتے۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ ایسے عالم تھے جن کو سلف کی ایک تعبیر کے مطابق 'الامۃ' کہا جا سکتا ہے۔ ہماری تنظیمیں اور جماعتیں حافظ صاحب کی ضرورت کبھی نہیں رہیں، بلکہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ تنظیموں کی ضرورت تھے۔

میں نے ایک دفعہ اسلام آباد میں 'عقیدہ کلاس' جاری کی۔ لوگوں نے سوال کیا کہ آپ نے یہ عقیدہ کہاں سے سیکھا کہ بڑی نادر باتیں آپ بتلاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ سب فیض ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر رحمہ اللہ کا ہے۔ ہم کیا ہیں، ہم تو اُنہی کی باتیں آپ کو بتا رہے ہوتے ہیں۔ میں نے رُبع صدی سے اب تک جو منبر و محراب سنبھالا ہوا ہے تو اس میں جہاں حافظ عبد المنان نوری پوری، حافظ عبد اللہ بہاولپوری، مولانا سلطان محمود محدث جلال پوری رحمہم اللہ کا حصہ ہے؛ وہاں ایک بڑا حصہ شہید حافظ عبد الرشید اظہر رحمہ اللہ کا بھی ہے۔ مقالاتِ تربیت میں حضرت حافظ صاحب کا مقالہ پڑھا تو بے ساختہ میں نے کہا کہ حضرت آج مجھے مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی جھلک نظر آ رہی ہے۔ کیونکہ محدثین کے فہم پر جامع بیان مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کے بعد اُن کے مقالات میں نظر آیا۔ آخری دنوں میں صحیح بخاری کی کتاب التوحید جس کی شرح حضرت مولانا حافظ عبد الستار حماد حفظہ اللہ نے لکھی ہے، عنایت فرمائی۔ ہم زوجین کے سبق بخاری کا اختتام اس طرح فرمایا کہ یہ صحیح بخاری کی آخری کتاب ہے، اس پر میرا مقدمہ پڑھ لینا اور شرح سیکھ لینا۔ اسی طرح مسئلہ سُود اور اِسلامی بینکاری کے بارے میں ایک کتاب 'جانبِ حلال' عنایت فرمائی تو کہنے لگے کہ اس کا صرف مقدمہ ہی پڑھنا۔ کتاب میں جو موقف اِختیار کیا گیا ہے میں نے مقدمہ اُس کے خلاف ہی لکھا ہے۔ یہ کتاب مولانا خلیل الرحمٰن جاوید صاحب کی لکھی ہوئی ہے۔

ہم سوچ رہے تھے کہ حافظ صاحب سے مزید بہت کچھ سیکھا جائے۔ ان کا سارا علم سمیٹ لیا جائے لیکن جتنا مقدر تھا وہ سمیٹا تو خوب سمیٹا!... ابھی بہت کچھ سیکھنا باقی تھا۔

إن لله ما أخذ وله ما أعطى وكل شيء عنده بأجل مسمى

پس اَب تو اتنا ہی کہا جا سکتا ہے: اللهم لا تحرمنا أجره ولا تفتنّا بعده

سینیٹر پروفیسر ساجد میر امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث کے تاثرات

"جامعہ سعیدیہ میں آج کی حاضری ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر رحمہ اللہ کی وفات حسرت آیات پر اظہارِ افسوس اور تعزیت کے لئے تھی۔ اللہ ڈاکٹر صاحب شہید کی خدماتِ جلیلہ کو قبول فرمائے اور اُنہیں بلند درجات سے نوازے۔ نیز جامعہ کی تعلیمی و تدریسی بہتری و ترقی کے سامان خود مہیا کرے اور حافظ مسعود اور ان کے رفقا کو توفیق دے کہ وہ اس سلسلہ کو اچھے طریقے سے جاری رکھ سکیں۔ آمین!"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ